Fikr-o-Nasar (Islamabad) 32:2 (1994)

ابن الندیم الوراق اور ان کی "کتاب الفہرست" ایک جائزہ

(اجمالی تعارف)

محمد عبدالحلیم چشتی

دنیا میں جو شخصیات گردوپیش کا جائزہ لیکر اپنی استعداد و صلاحیت کے پیش نظر مناسب و موزوں میدان انتخاب کرتی اور اس میں اپنے جوہر دکھاتی ہیں ان کا شمار دنیا کی کامیاب ترین شخصیات میں کیا جاتا ہے۔

ایسی نامور شخصیات میں ماہر فن کتابیات و کتاب شناس ابوالفرج محمد بن اسحاق الوراق البغدادی المعروف بابن الندیم والندیم کا شمار بھی کیا جا سکتا ہے تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں اس کے متعلق معلومات شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ اور شائد اسی وجہ سے اہل علم اس پر قلم اٹھانے سے پہلوتہی کرتے رہے ہیں۔

اسے وفات پائے ہوئے ہزار برس گزر چکے مگر ساتویں صدی ہجری سے اسے جو قبولیت و شہرت حاصل ہوئی وہ بڑھتی رہی اور جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا اس سے مستفید ہونے والوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔ مشرق ہی نہیں مغرب بھی اس کا زیر بار احسان ہے۔

اس کی کتاب الفہرست کو مستشرقین نے قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا، جرمن مستشرق اگستس فلوگل (Gustav Flugul) (۱۸۰۲ ـ ۱۸۷۰ء) نے پچیس برس کی جانفشانی کے بعد اس کا متن شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا، لیکن اس کی زندگی نے وفا نہ کی تو اس کے فرزند کی فرمائش پر اس کے دوست ڈاکٹر Johannes Roediger اور ڈاکٹر Muller کی مساعی سے ۱۸۷۲ء میں اسے لیپزک سے شائع کیا گیا۔ پھر اس کا فوٹو مکتبہ خیاط، بیروت سے شائع کیا گیا۔

محمد رضا (۱۸۸٦ء - ۱۹۷۳ء) نے چودہ سالہ عرق ریزی کے بعد اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اپنے حواشی کے ساتھ اسے شائع کرایا پھر اسے عربی میں چھپوایا' اس مطبوعہ نسخہ کا فوٹو اصح المطابع نور محمد نے کراچی سے شائع کیا۔

محمد اسحاق بھٹی نے اسے اردو میں منتقل کیا' موصوف کا یہ ترجمہ ادارہ ثقافت اسلامیہ نے پہلی بار ۱۹٦۹ء میں شائع کیا تھا۔

بغداد میں اس کے عربی متن پر تحقیقی کام جاری تھا کہ خلیج کی جنگ نے اسے معرض التواء میں ڈالدیا۔

الفہرست کا انگریزی ترجمہ بیارڈ ڈوڈج (Bayar Dodge) نے جو امریکن یونیورسٹی بیروت میں (President Emeritus) ہیں کیا تھا' جسے دو جلدوں میں کولمبیا یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ نے (Record of civilization Sources and Studies) کے سلسلہ کی ایک کڑی کی حیثیت سے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا تھا اس کا پیش لفظ (W.T.H. Jackron) نے لکھا ہے۔

کتاب الفہرست کا سال تالیف

کتاب الفہرست کی تالیف کا آغاز کس سن میں ہوا اسکی تعیین مشکل ہے۔ لیکن ابن الندیم نے جن اہل علم و مصنفین سے اپنی ملاقات کا تذکرہ بقید سنین کیا ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تالیف کتاب کا آغاز ۳۴۰ھ سے پہلے ہوا تھا۔ اس وقت یہ کتاب اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اور اسکی حیثیت یاد داشتوں سے زیادہ نہ تھی۔

الفہرست پر نظرثانی

اس کتاب پر نظرثانی اور اس کی ترتیب و تبویب کا کام ان کی وفات (۳۸۰ھ) سے تین سال قبل کیا گیا تھا جیسا کہ حسب ذیل قرائن سے عیاں ہے۔

۱۔ مقالہ النحویین یکم شعبان ۳۷۷ھ میں مکمل کیا گیا تھا۔ (۱)

فن دوم کا مقالہ سوم جو ملوک و خطباء کے بیان میں ہے وہ بھی ۳۷۷ھ میں اتمام کو پہنچا تھا۔ (۲)

مقالہ ششم میں فن چہارم کے خاتمہ پر مذکور ہے کہ اس زمانے (۳۷۷ھ) تک قاضی ابوالحسن عبدالعزیز الجزری شرقی بغداد میں محلہ سلم کا قاضی ہے (۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ ششم بھی اسی زمانے میں مکمل ہوا تھا۔

مقالہ ہفتم میں فن اول کے آخر میں یحیی بن عدی اور ابن زرعہ کے حالات بھی انہی ایام میں لکھے گئے تھے۔ (۴)

مقالہ نہم کا فن اول بھی ۳۷۷ھ میں قید تحریر میں آیا تھا۔ (۵) ابن الندیم کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ پوری کتاب ۳۷۷ھ میں اتمام کو پہنچی تھی، اس سے قبل کتاب الفہرست مسودہ کی صورت میں محفوظ تھی، الندیم کو جیسے جیسے معلومات ملتی رہتی تھیں بوقت فرصت انھیں مناسب و موزوں مقامات پر درج کرتا رہتا تھا جو بعد میں (یعنی ۳۷۷ھ میں) کتاب کی صورت اختیار کر گئی تھی۔

چوتھی صدی ہجری میں کتابیات کا موضوع ایسا ترقی یافتہ نہیں تھا کہ اسے تمام مطلوبہ معلومات یکجا مل جاتیں اور وہ انھیں ایک لڑی میں پرو کر کتابیاتی ہار تیار کر کے ناظرین کے سامنے پیش کر سکتا۔ یہ بات کچھ اس دور سے مختص نہ تھی بلکہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی ترقی پذیر ممالک میں تحقیقی مقالے لکھنا مشکل کام ہے۔ محنت و جستجو کے باوجود مطلوبہ معلومات فراہم نہیں ہوتیں، ترقی یافتہ ممالک میں جہاں تمام سہولتیں میسر ہیں کسی ایک موضوع پر تمامتر مواد یکجا نہیں ملتا، کچھ مدت میں فراہم کیا جاتا ہے، معلومات کی فراہمی کا انتظار رہتا ہے اور محقق اپنے مسودہ میں اس کی گنجائش رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ایسا ہی کچھ ابن الندیم کے ساتھ ہوا ہے۔ مسودہ صاف کرتے وقت بھی اسے پوری معلومات حاصل نہیں ہو سکی تھیں اس لئے اس نے مبیضہ میں جگہیں خالی چھوڑی تھیں اور ناظرین کو اس امر کا اختیار دیا تھا کہ جب انھیں یہ معلومات مل جائیں اس میں بڑھا دیجائیں۔ چنانچہ وہ حسن بن علی بن الحسن الداعی کے تذکرہ میں لکھتا ہے۔

هذا مارا يناه من كتبه و زعم بعض الزيدية ان له نحو من مائة كتاب ولم نرها، فان راى ناظر فى كتابنا شئيا منها الحقها بموضعها۔ (۶)

یہ موصوف کی وہ کتابیں ہیں جنھیں ہم نے دیکھا ہے۔ بعض زیدیہ کا خیال ہے کہ موصوف نے تقریباً سو کتابیں تالیف کی ہیں لیکن ہم نے انھیں نہیں دیکھا ہے، مطالعہ

کرنے والا کوئی بات کہیں پائے تو اسے ہماری کتاب میں مناسب مقام پر بڑھا دے۔

بعد میں جن اہل علم نے اس قسم کا اضافہ کیا اس سے متاخرین کو یہ شبہ ہوا کہ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کی تالیف نہیں بلکہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل کی تالیفات میں سے ہے اور ابن الندیم کا انتقال بھی پانچویں صدی ہجری میں ہوا ہے اس لئے کہ وہ ابو عبداللہ حسین بن علی بصری کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے ۳۹۹ ھ میں وفات پائی (۷) ۔ اور ابو نصر بن نباتہ تمیمی کے حالات میں جو سیف الدولہ کے درباری شعراء میں سے تھا' رقمطراز ہے کہ اس نے چوتھی صدی ہجری کے بعد وفات پائی ہے (۸) ۔ اس قسم کے اضافے مصنف کے قلم سے نہیں ہیں۔

وفات:

ابن الندیم کا انتقال بروز چہار شنبہ ۲۰ شعبان ۳۸۰ھ میں ہوا تھا۔ اس لئے یہ اضافے تمامتر الحاقی ہیں جو اسکی ہدایت کے مطابق بعد کے اہل علم نے کئے تھے' جن اہل علم کے پیش نظر اسکی یہ ہدایات نہیں تھیں انہیں ان اضافوں سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ الفہرست اور اس کا مصنف ابن الندیم پانچویں صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہے۔

ابن الندیم

ابن الندیم کسی خانوادہ علمی کا فرزند نہ تھا۔ وہ بلا شبہ ابو سعید سیرافی (۲۸۴۔ ۳۶۸ھ: ۸۹۷ ـ ۹۷۰ء) ابو الفرج اصفہانی (۲۸۴ ـ ۳۵۶ھ: ۸۹۷ ـ ۹۶۷ء) اور ابو عبید اللہ المرزبانی (۲۹۷ ـ ۳۸۴ھ: ۹۱۰ ـ ۹۹۴ء) جیسے نادرہ روزگار اساتذہ و ارباب فن کا شاگرد تھا لیکن ایسا ہونہار شاگرد نہ تھا جو ان کا جانشین ہوتا اور اس سے ان کا سلسلہ روایت قائم رہتا' نہ کسی مشہور عالم کا بیٹا' نہ کسی معروف و نامور عالم کا وراق و کاتب' نہ بلند پایہ شاعر نہ نامور و ممتاز ادیب نہ کثیر التصانیف مصنف' نہ اسے اس دور کے علوم و فنون متداولہ میں سے کسی خاص علم و فن میں ایسی غیر معمولی مہارت و شہرت حاصل تھی کہ اس دور میں کتب تاریخ و تذکرہ میں جگہ پاتا انہی وجوہ سے اپنی زندگی میں کیا اس کے بعد کے دور میں بھی اسے اور اس کی کتاب "الفہرست" یا کتاب التشبیہات کو اہمیت و شہرت حاصل نہ ہو سکی۔

غالبًا انہی وجوہ سے بالغ نظر مورخ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (۳۹۲ ـ ۴۶۳ھ : ۱۰۰۳ ـ ۱۰۷۱ء) کی تاریخ بغداد میں ہمیں کہیں اس کا نام نہیں ملتا' تاج الدین ابو سعد عبدالکریم

سمعانی (۵۰۶۔ ۵۶۲ھ: ۱۱۱۳۔ ۱۱۶۶ء) نے کتاب الانساب میں کہیں بھی اس کا یا اس کی الفہرست کا حوالہ نہیں دیا، ابن ابی یعلی المتوفی ۵۲۶ھ اور کمال الدین عبدالرحمن ابن الانباری المتوفی ۵۷۷ھ کی تصانیف میں بھی اس کا ذکر نہیں آیا۔

مذکورہ بالا مورخین و تذکرہ نگاروں کے متعلق یہ بدگمانی بھی نہیں ہونی چاہئے کہ ابن الندیم چونکہ شیعہ و معتزلی تھا اس لئے اس کا تذکرہ انہوں نے نہیں کیا، تاریخ بغداد اور کتاب الانساب میں شیعوں اور رافضیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

بعد کے جن مورخین نے اس کا تذکرہ کیا ہے اس کے شیعی و معتزلی ہونے کی تصریح کی ہے۔ اس کے شواھد و دلائل بھی پیش کئے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں رقمطراز ہیں۔

"میں نے اس کی کتاب الفہرست کا مطالعہ کیا تو حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ اہل السنہ و الجماعہ کو حشویہ (تجسیم باری تعالی کا قائل) اور اشاعرہ کو مجبرہ کے نام سے یاد کرتا ہے۔

اس نے امام شافعی کے تذکرہ میں من گھڑت باتیں نقل کی ہیں، جھوٹ بولا اور جھوٹ لکھا ہے، اس کی انوکھی باتوں میں یہ بات بھی ہے کہ وہ جھوٹے راوی جیسے عبدالمنعم بن ادریس، واقدی اور اسحاق بن بشر فرازی کی توثیق کرتا اور جو معتبر و ثقہ راوی ہیں جیسے محمد بن اسحاق فرازی وغیرہ ان میں کلام کرتا ہے۔ اسی طرح مصعب بن عبداللہ زبیری کے باپ کے متعلق بھی بے سروپا باتیں لکھ گیا ہے جو اعتزال کی طرف اس کے میلان کا بین ثبوت ہے، مقالہ پنجم کا فن اول اس نے معتزلہ کے لئے مخصوص کیا ہے۔ (۹)

ساتویں صدی ہجری میں جب وہ علماء و محدثین جن کے سینے علوم کے دفینے تھے، اٹھنے لگے اور اسلاف کا علمی سرمایہ دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا تو مورخین و تذکرہ نگاروں نے کتاب الفہرست کی طرف توجہ کی اور مورخ محمد بن محمود المعروف بابن النجار المتوفی ۶۴۳ھ نے تاریخ بغداد کے ضمن میں اس کا چند سطروں میں تذکرہ قلمبند کیا۔ غالباً اس کی گمنامی کی وجہ سے موصوف کو اس کے متعلق زیادہ معلومات فراہم نہ ہو سکی تھیں اس لئے مبسوط تذکرہ نہیں کیا جا سکا۔

یاقوت رومی (۵۷۴ ـ ۶۲۶ھ: ۱۱۷۸ ـ ۱۲۲۹ء) نے معجم الادباء میں اس کا ذکر دو تین

سطروں میں کیا' جمال الدین علی بن یوسف قفطی (۵۶۸ - ۶۴۶ھ : ۱۱۷۲ - ۱۲۴۸ء) نے تاریخ الحکماء اور انباہ الروا ۃ میں اس کا حوالہ دینا شروع کیا تو اس کی الفہرست کو اہمیت حاصل ہوئی تاآنکہ عہد حاضر میں اسے وہ قبول عام حاصل ہوا کہ باید و شاید۔

مذکورہ بالا تمام وجوہ شہرت سے عاری ہونے کے باوجود ابن الندیم ایک وراق کی پیشہ ورانہ خوبیوں سے آراستہ تھا' وہ فن وراقت سے طبعی مناسبت رکھتا تھا۔ اس نے اس فن میں محنت کی اور اپنی خداداد صلاحیت سے ایسی راہ اختیار کی جس نے اس دور میں نہ سہی بعد کے زمانے میں اسے حیات جاوید بخشی۔

ابن الندیم کی وراقتی' فنی و تخلیقی سرگرمیاں

وہ بڑی تندہی اور انہماک سے کتب خانوں کو دیکھتا اور ان کے متعلق نہایت قیمتی معلومات پیش کرتا تھا چنانچہ ابن ابی بعرہ کے متعلق جس کا ایک شخصی کتب خانہ تھا یوں تذکرہ کرتا ہے۔

كان جماعة للكتب له خزانة لم ار لاحد مثلها كثرة تحتوى من الكتب العربية فى النحو واللغة والكتب القديمة۔ فلقيت هذا الرجل دفعات فانس بى وكان نفورا ضنينا بما عنده خائفا من بنى حمدان۔

وہ کتابوں کے جمع کرنے کا دالدادہ تھا اس کا کتب خانہ ایسا تھا کہ میں نے کثرت کے اعتبار سے اس کے جیسا کتب خانہ نہیں دیکھا' وہ ادب و نحو و لغت کی عربی کتابوں اور قدیم الخط نسخوں پر مشتمل تھا۔ میں متعدد بار اس سے ملا تو وہ مجھ سے مانوس ہوا (پھر اس نے وہ ذخیرہ مجھے دکھایا) وہ لوگوں سے دور رہتا تھا اور بنی حمدان کے ڈر سے جو ذخیرہ اس کے پاس موجود تھا دکھانے میں بہت بخل کرتا تھا۔

ابن الندیم کے مذکورہ بالا الفاظ "لم ار لاحد مثلها كثرة" کہ اس نے بہت سے نجی کتب خانے دیکھے اور ان سے استفادہ کیا تھا لیکن بعض شخصی کتب خانوں تک اس کی رسائی ہفت خوان طے کیے بغیر نہیں ہوئی تھی۔

اس دور میں جب ہر جگہ علم کا چرچا اور ہر پڑھے لکھے کا گھر کتب خانہ تھا ہر شخص کی رسائی اس تک باسانی ہو جاتی تھی' اسے گاہ بگاہ کتابوں کی معرفت حاصل کرنے کے لئے بعض اور

ذخائر دیکھنے کے لئے وقت بھی لگانا اور ذھنی کوفت بھی اٹھانا پڑتی تھی اور اسے کبھی موانست و رفاقت کی راہ بھی اختیار کرنی ہوتی تھی تب کہیں نوادر تک رسائی ہوتی تھی۔

اس کتب خانہ میں ابن الندیم نے چینی، مصری اور تھائی کاغذ دیکھا تھا اور قدیم ترین کاغذوں کی معرفت حاصل کی تھی چنانچہ ابن الندیم کے علاوہ کسی قدیم مورخ کے یہاں تھائی کاغذ کا ذکر نہیں ملتا۔

اس کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ سرزمین حجاز میں بھی کاغذ تیار کیا جاتا تھا۔ اس نے قدیم خط کے نمونے، ابن ابی معرہ کے ذخائر میں دیکھے تھے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد خالد بن ابی الھیاج کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف یہیں دیکھا تھا حضرت حسنؓ و حسینؓ کی تحریریں اور دیگر کاتبان وحی کے نوشتوں کی اسی کے پاس زیارت ہوئی تھی، ابو عمرو بن العلاء (۷۰ - ۱۵۴ھ: ۶۹۰-۷۷۱ء) ابو عمرو شیبانی (۹۴ - ۲۰۶ھ: ۷۱۳ - ۸۲۱ء) اصمعی (۱۲۲ - ۲۱۶ھ: ۷۴۰ - ۸۳۱ء) ابن الاعرابی (۱۵۰ - ۲۳۱ھ : ۷۶۷ - ۸۴۵ء) سیبویہ (۱۴۸ - ۱۸۰ھ : ۷۶۵ - ۷۹۶ء) فراء (۱۴۴ - ۲۰۷ھ : ۷۶۱ - ۸۲۲ء) - سفیان ثوری (۹۷ - ۱۶۱ھ : ۷۱۶ - ۷۷۸ء) سفیان بن عیینہ (۱۰۷ - ۱۹۸ھ : ۷۲۵ - ۸۱۴ء) اوزاعی (۸۸ - ۱۵۷ھ : ۷۰۷ - ۷۷۴ء) وغیرہ کے نوشتے بھی یہیں نظر آئے تھے۔ فاعل و مفعول کی بحث از ابو الاسود دوئلی (۱۱ ق ھ - ۶۹ھ - ۶۰۵ء - ۶۸۸ھ) اور اس پر علان نحوی اور نضر بن شمیل (۱۲۲ - ۲۰۳ھ : ۷۴۰ - ۸۱۹ء) کے دستخط تھے - اسی ذخیرے میں دیکھے تھے۔

ابن الندیم کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گوناگوں حوادث کے باوجود پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری تک نمونہائے خط ابن ابی معرہ کے ذاتی ذخیرے میں محفوظ تھے۔

اس سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوئی کہ چوتھی صدی ہجری میں بعض شخصی کتب خانے اپنی ندرت و اہمیت میں شاہی اور عوامی کتب خانوں سے بھی بازی لے گئے تھے، گو ان تک ہر کہ دمہ کی رسائی نہ تھی، اس لئے اس کا علم بھی خال خال اہل علم اور وراق کو تھا۔

شاھان وقت اور حکمران ذخائر کتب کے قدردان تھے، منہ مانگے دام دیتے تھے تاہم اس زمانے میں بعض نجی کتب خانوں کے مالکوں کو اپنا ثقافتی ورثہ جان سے زیادہ عزیز تھا حالانکہ اس کی

حفاظت کے ذرائع بھی ان کی دسترس سے باہر تھے۔ پھر بھی وہ اس علمی سرمایہ کی جدائی پسند نہیں کرتے تھے اور شاہی خزانے کی دولت وثروت کے مقابلہ میں اپنے ثقافتی ورثہ کے زیادہ دلدادہ تھے۔ چوری و بربادی کے خیال سے اس کو زیادہ دکھاتے بھی نہیں تھے۔

۲۔ وہ خزانہ المامون میں جاتا تھا اس نے خط حمیری کا نمونہ مامون کے خزانہ الکتب میں دیکھا تھا۔ (۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہی و عوامی کتب خانوں میں جاتا اور ان سے استفادہ کرتا تھا، نیز چوتھی صدی ہجری تک خزانہ المامون کے دروازے ہر وارد و صادر کے لئے کھلے ہوئے تھے، ہر ایک اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

۳۔وہ موصل گیا وہاں علی بن احمد عمرانی کے کتب خانے میں اقلیدس کی کتاب اصول الھندسہ کا دسواں مقالہ جس کا ترجمہ اسحاق بن حنین نے کیا تھا اور ثابت بن قرۃ نے اس کی اصلاح کی تھی، دیکھا۔ (۱۰)۔

۴۔عوامی کتب خانہ قائم کرنے والوں سے مراسم و تعلقات رکھتا، ان سے مصنفین اور ان کی کتابوں کے متعلق معلومات فراہم کرتا تھا، چنانچہ ابو القاسم البستی کے تذکرہ میں لکھتا ہے۔

میں نے اس کی کتابیں نہیں دیکھیں لیکن مجھے ابو علی بن سوار کاتب جس نے بصرہ میں خزانہ الکتب وقف کیا بتایا کہ اس کے خزانہ الکتب میں اس کی تالیفات موجود ہیں، میں نے اس سے دریافت کیا کہ بستی سین سے ہے یا شین سے۔ (۱۱)

۵۔ خلیل بن احمد کے استاذ عیسی بن عمر ثقفی کے حالات میں رقمطراز ہے کہ اس کی دو کتابیں کتاب الجامع اور کتاب المکمل عرصہ دراز سے ناپید ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ کسی کے پاس ہوں یا کسی نے ان کو دیکھا ہو۔ (۱۲)

یہ فقرے بتاتے ہیں کہ وہ اہل علم سے گہرا ربط رکھتا اور علمی کتابوں کے متعلق ان سے ہر نوع کی معلومات فراہم کرتا رہتا تھا۔

۶۔ابن الندیم کتابوں کی جستجو میں رہتا تھا چنانچہ بنی بویہ نے جب بغداد پر حملہ کیا اور خلیفہ معتضد مرا تو اس افراتفری کے زمانے میں اس کے کتب خانے سے برآمد شدہ کتابوں میں الجداول کی شرح بقلم زجاج کا ایک حصہ طلحی کاغذ پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ (۱۳)

۷۔ یہ جن شائقین کتب سے ملتا ان کے علمی رجحان اور شخصی کتب خانوں کو دیکھتا اور ان کی نشاندہی کرتا تھا چنانچہ ابو سعید وہب بن ابراہیم کے متعلق رقمطراز ہے کہ ہم نے اس کو دیکھا وہ ادیب تھا نفیس کتابیں جمع کرتا تھا۔ (۱۴)

۸۔ابو الحسن علی ابن وصیف المعروف خشکناکہ کاتب کے متعلق لکھتا ہے۔ یہ شیعہ میرا دوست تھا اس نے موصل میں وفات پائی تھی۔ (۱۵)

۹۔ابوالحسن علی بن محمد عددی سمیاطی ' جو ادیب و شاعر تھا اچھا حافظہ رکھتا تھا اور ابو ثعلب بن ناصر الدولہ کا اتالیق تھا' اس کے متعلق کہتا ہے۔ اس سے میرے دیرینہ مراسم ہیں اور ابتک بقید حیات ہے۔ (۱۶)

۱۰۔ابوالحسن علی بن نصر کے متعلق لکھتا ہے۔ یہ ادباء و مصنفین میں سے تھا اس نے مجھے بتایا کہ اس نے متعدد کتابیں لکھی ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ وہ اکثر مکمل نہیں کر سکا۔

۱۱۔ قاضی ابو محمد حسن بن عبدالرحمن ابن خلاد رامہرمزی المتوفی ۳۶۰ھ کے متعلق کہتا ہے کہ مجھے ابو علی ابن سوار کاتب نے بتایا کہ وہ شاعر و راوی حدیث تھا۔ (۱۷)

۱۲۔ ابوالعنبس محمد بن اسحاق عنبسی صمیری نحوی کے حالات میں کہتا ہے کہ میں نے ماہر فلکیات کو اس کی تعریف کرتے پایا ہے۔ (۱۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے فضلاء و ماہرین فلکیات کی ہم نشینی حاصل تھی۔

۱۳۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد صفوانی کے تذکرہ میں رقمطراز ہے کہ میں اس سے ۳۴۶ھ میں ملا تھا یہ لمبا اور دبلا پتلا تھا اور اپنے آپ کو ان پڑھ ظاہر کرتا تھا مجھے معتبر آدمی نے بتایا کہ وہ بہانہ کرتا تھا' اس کی تصانیف ہیں۔ (۱۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل علم کے متعلق کتنی جستجو کرتا اور معلومات رکھتا تھا'

۱۴۔قاضی ابوالفرج المعافی بن زکریا نہروانی کے حالات میں رقمطراز ہے کہ وہ ہمارے معاصر ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کی پچاس سے زیادہ تصنیفات فقہ' کلام' نحو وغیرہ میں موجود ہیں۔ (۲۰)

۱۵۔علم فلسفہ کی تاریخ کے متعلق لکھتا ہے کہ میں نے ابو القاسم عیسیٰ بن علی کی مجلس

میں ابو الخیر بن الخمار سے دریافت کیا کہ فلسفہ میں سب سے پہلے کس نے کلام کیا تو اس نے کہا... (۲۱)

خالد بن' ابوبکر محمد بن ہاشم اور ابو عثمان سعید بن ہاشم موصلی جن کا حافظہ ایسا زبردست تھا کہ ایک مرتبہ کسی شاعر کا کلام سنتے یاد ہو جاتا تھا' ابوبکر محمد بن ہاشم کے متعلق اس کا بیان نقل کرتا ہے کہ وہ ایک ہزار سفر جو سو ورق پر مشتمل تھا یاد کرتا تھا (۲۲)

۱۷۔ یحییٰ بن عدی منطقی نصرانی کے تذکرہ میں رقمطراز ہے کہ وہ نصرانی ہے لیکن اسلام کی مذہبی کتابیں تفسیر ابن جریر وغیرہ نقل کر کے فروخت کرتا ہے' جب اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ شب و روز میں سو ورق نقل کرتا ہے۔ (۲۳)

۱۸۔ راہب نجرانی بغداد کے محلہ دار الروم میں آ کر ٹھہرا تو اس نے اس سے چینی مذاہب و اہل چین کے عقائد کے متعلق معلومات فراہم کی تھیں۔ (۲۴)

۱۹۔ ابن الندیم کتابوں کا مطالعہ کرتا اور ان سے فوائد و معلومات نقل کرتا تھا (۲۵)۔ چنانچہ وہ کتاب الفہرست میں جابجا یہ لکھتا ہے کہ یہ بات میں نے فلاں کے قلم سے لکھی دیکھی اور یہ بحث فلاں کے قلم سے۔ (۲۶)

ابن الندیم کے مذکورہ بالا بیانات اس کی فنی و تخلیقی سرگرمیوں کے آئینہ دار ہیں۔

کتاب الفہرست کی نمایاں خصوصیات

اس باب میں سب سے زیادہ وقیع بیان صاحب کتاب کا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے۔

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔

الفہرست مصنف کی نظر میں

ابن الندیم نے کتاب الفہرست کی خصوصیات پر آغاز کتاب میں کچھ اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

"یہ الفہرست عرب و عجم کی تمام اقوام کی کتابوں کی (منتخب) فہرست ہے جو انہوں نے عربی زبان میں مختلف علوم و فنون میں یادگار چھوڑی ہیں۔

اس میں کتابوں کے نام' مصنفین کتب کے حالات' ان کے طبقات' ان کے نام و نسب'

تاریخ ولادت، مدت حیات، وفیات، ان کے وطن، مناقب و مثالب اور ہر علم کے آغاز سے ہمارے زمانے ۳۷۷ھ تک، اس کی ترقی کا بیان ہے۔" (۲۷)

ابن الندیم کا دعویٰ تو عام ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک منتخب کتابیات ہے جس میں زیادہ تر بغداد اور اس کے بعض مشہور کتابوں کے نام اور ان پر تبصرہ ہے اور ان کے مصنفین کا مختصر تذکرہ ہے، یہ عباسی قلمرو کے تمام نامور علماء و ارباب کمال کی علمی یادگاروں کی بھی جامع نہیں، دیار مغرب کے دانشوروں کے وسیع علمی سرمایہ اور تاریخی و ثقافتی ورثہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

کتاب الفہرست

وزیر جمال الدین قفطی اور یاقوت رومی کی نظر میں

ساتویں صدی ہجری کے نامور کتاب شناس، ادیب و مورخ جمال الدین قفطی المتوفی ۶۴۲ھ نے جو علم و کتب کا شیدا و صاحب کتب خانہ بھی تھا، ابن الندیم کی تین خصوصیات کی طرف مندرجہ ذیل الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

محمد بن اسحاق ابی یعقوب، ابو الفرج المعروف بابن الندیم، کان کثیر البحث والتفتیش عن الامور القدیمۃ، کثیر الرغبۃ فی الکتب وجمعھا، و ذکر اخبار ھا و اخبار مصنفیھا۔ ومعرفۃ خطوطھا لمتقدمین۔ (۲۸)

محمد بن اسحاق ابو یعقوب ابوالفرج المعروف بابن الندیم ۱۔ کتاب و ورق سے متعلق قدیم امور کی زیادہ تحقیق و جستجو کرتا تھا۔ ۲۔ وہ کتابوں میں دلچسپی رکھتا انھیں جمع کرتا اور انکے اور مصنفین کتب کے متعلق معلومات فراہم کرنے میں لگا رہتا تھا۔ ۳۔ متقدمین کے نمونہائے خط کا شناسان تھا۔

جمال الدین قفطی کے معاصر وراق و کتاب شناس اور صاحب مکتبہ، مشہور ادیب و مورخ یاقوت رومی المتوفی ۶۲۶ھ نے معجم الادبا میں ابن الندیم اور اس کی کتاب الفہرست کی تین خصوصیات کی مندرجہ ذیل الفاظ میں نشاندہی کی ہے۔

ابو الفرج محمد بن اسحاق الندیم صاحب کتاب الفہرست، جودفیہ، و استوعب

استیعابا' یدل علی اطلاعه علی فنون العلم و تحققه بجمیع الکتب۔ (۲۹)

ابوالفرج محمد بن اسحاق الندیم' صاحب کتاب الفہرست نے ۱۔ اس کتاب میں معلومات بہتر انداز میں پیش کی ہیں۔

۲۔ کتاب و مصنف کتاب سے متعلق تمامتر معلومات کا احاطہ کیا ہے۔

۳۔ جو انواع علوم میں اسکی کتابوں سے آگہی اور تمام کتابوں سے پختہ معلومات کی دلیل ہے۔

کتاب الفہرست ' چودھویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں

اس کی ایک اور اہم و نمایاں صفت و خصوصیت کی طرف جیک روں نےRecords of Civilization میں رہنمائی کی ہے' اس کا بیان ہے۔ :

"مجھے جب بیارڈ ڈووج نے بتایا کہ چند سال پیشترRecords of Civilization کے مصنف نے اس سے الندیم کی الفہرست کے ترجمہ کی فرمائش کی تو میں اسی لمحہ جذبہ مسرت سے معمور ہو گیا کہ یہ کڑی یہاں یقیناً اس سلسلہ کے مقصد کو نہایت موزوں طور پر پورا کرے گی' جس طرح چند دیگر کڑیاں پورا کر سکی ہیں' اس لئے کہ اس نے مختلف ثقافتوں کے مابین ایک منفرد نوع کا ربط قائم کیا ہے۔

بیسویں صدی میں یہ کام بغداد کے عرب محققین کے علمی کارناموں کے متعلق معلومات کا لب لباب ہے اور اس علم کے متعلق جو انہوں نے بڑی تعداد میں قدیم ثقافتوں خصوصاً یونانی و رومی ثقافت سے حاصل کیا تھا۔ (۱)یہ قرون وسطی کی اسلامی ثقافت اور (۲) اس دور کی علمی شخصیات کے متعلق نہایت قابل قدر معلومات ہی نہیں رکھتی بلکہ (۳) اس مستند علمی مواد کی بھی جو مسلم ثقافت کے ذریعہ مغربی دنیا تک پہنچا ہے نہایت اہم معلومات سے آراستہ ہے' اس طرح الفہرست صحیح معنی میں ثقافت کا ریکارڈ ہے۔ (۳۰)

فلوگل سے ڈووج تک ہر ایک نے ابن الندیم کو مختلف ثقافتوں کے علمی سرمایہ کے محافظ و مدون کی حیثیت سے متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابن الندیم کی کتاب الفہرست ایک ایسا کتابیاتی شاہکار ہے جس میں چوتھی صدی ہجری تک عربی زبان میں مختلف علوم و فنون میں جو کتابیں اور ترجمے ہوئے تھے ان کے نام محفوظ ہیں ترجمہ

نگاروں، محققوں، ان کے اساتذہ و شیوخ اور مکاتب فکر کا تذکرہ ایسے پسندیدہ اسلوب و علمی انداز میں پایا جاتا ہے جو حشو و زوائد سے پاک ہے۔ دست برد زمانہ سے اب تنہا یہی وہ کتابیاتی شاہکار محفوظ رہ گیا ہے، جس نے عربی ثقافت و علمی امانت کو اپنے دامن میں سمیٹ کر دوسروں تک پہنچایا اور اس دور کے جمیع انواع علوم و معارف میں علمی کارناموں کی نشاندہی کی (جن تک اس کی رسائی ہو سکی) اس لئے قدیم ثقافتوں اور اسلامی ثقافت سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ، اساتذہ، علماء مصنفین، محققین، تذکرہ و تاریخ نگار، کتب خانہ ساز و فن کتابیات کے شیدائیوں کو اس کتاب کے بغیر چارہ نہیں، الفہرست کی یہی وہ خوبیاں ہیں جن کا سب کو اعتراف ہے، کتاب الفہرست کے مرتبین و ترجمہ نگاروں نے اس کے اصل فن کتابیات یا ماہر کتاب شناس کی حیثیت سے اس پر کچھ نہیں لکھا۔

اس دور میں جب کہ علم کتب خانہ اور فن کتاب داری اپنے ارتقائی منازل سے گزر رہی ہے اس کے کتابیاتی فن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی تاکہ اسکی اصل حیثیت علمی دنیا میں اجاگر ہو سکے۔ لیکن جن ارباب علم نے اس کتاب سے اعتناء کیا وہ علم و فن کتاب داری سے عاری تھے۔ اور جنھیں اس فن سے وابستگی ہے وہ بھی اس میدان میں زور کر کے نکل گئے۔ کتاب کی فنی خصوصیات اور ابن الندیم کی فنی بصیرت پر روشنی نہیں ڈال سکے، بلاشبہ مختلف اہل علم نے ابن الندیم کو مختلف حیثیتوں سے اپنا موضوع بحث بنایا لیکن کتاب کی گوناگوں فنی خوبیوں سے بحث نہیں کی۔ علوجی نے اس سے کچھ اعتنا کیا، ہم نے اپنے تحقیقی مقالہ میں اس سے بحث کی ہے۔ چنانچہ ہم نے اپنے تحقیقی مقالہ میں جس کا عنوان "اسلامی کتب خانے عہد عباسی میں" ہے۔ ابن الندیم کا ایک ماہر کتابیات و کتاب شناس اور کتابیاتی تقسیم علوم کے مرتب اول کی حیثیت سے متعارف کرانے کوشش کی ہے۔ ہم ابن الندیم کو اسکی ہزار سالہ برسی پر اسی طرح خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں کہ اس کے متعلق منتشر معلومات یکجا کریں، الفہرست کی خصوصیت پر روشنی ڈالیں تاکہ اسکی قدر و منزلت اور کتاب کی اہمیت و افادیت عوام و خواص پر عیاں ہو سکے اور اس دور میں اس سے اعتناء کے وجوہ و اسباب منظر عام پر آ سکیں۔

اس بحث سے قبل چوتھی صدی ہجری اور بعد کی چند صدیوں میں کتاب الفہرست سے عدم اعتناء کے وجوہ و اسباب پر سرسری نگاہ ڈالنا چاہئے تاکہ حقیقت حال واضح ہو سکے۔

کتاب الفہرست کے چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں گوشہ گمنامی کے وجوہ و اسباب

تیسری اور چوتھی صدی ہجری مسلمانوں کے علوم و فنون کی ترقی کا دور تھا۔ اس دور میں کسی عالم کی شہرت کے دو ہی ذریعہ تھے۔

۱۔ تصانیف ۲۔ تلامذہ

چنانچہ علامہ ابو الطیب عبدالواحد لغوی المتوفی ۳۵۰ھ مراتب اللغویین میں رقمطراز ہیں:

انما شهرة العالم بمصنفاته والرواية عنه۔ (۳۱)

ایک عالم کی شہرت اس کی تصانیف اور اس سے روایت کرنے والوں سے ہے۔

اسی لئے محدثین نے کتابیات مرتبہ کرنا شروع کر دی تھیں، ان میں سے جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ عالم خود اپنی تالیفات پر کوئی کتاب یا رسالہ لکھتا اور اس میں اپنی مولفات و تصانیف کو نام بنام گناتا۔

۲۔ کوئی عالم کسی دوسرے عالم کی تالیفات پر کوئی رسالہ یا کتاب لکھتا اور اس میں اسکی زمانہ تالیف کتاب تک تصنیفات و تالیفات کو نام بنام شمار کراتا۔

۳۔ مولف اپنی تالیفات کے نام اپنے کسی "اجازہ" میں جو اس سے اجازت حدیث چاہتا لکھتا تھا۔

عہد عباسی میں کتابیات کے مذکورہ بالا اقسام ثلاثہ کا عام رواج تھا اور اس قسم کی کتابیات اس کثرت سے تیار کی گئی تھیں کہ ان کا شمار حیطۂ بیان سے باہر ہے۔

نوع اول کی کتابیات میں اسماء مولفات ابن ابی الدنیا (عبداللہ بن محمد قرشی المتوفی ۲۸۱ھ : ۸۹۲ء) کا ایک مخطوطہ فہرست کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے جس کا مجموعہ نمبر ۴۲ ہے۔ یہ فہرست (۵۷ - ۵۹) یعنی تین صفحات پر مشتمل ہے اس کا نام اسماء مصنفات ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن ابی الدنیا علی حروف المعجم ہے۔ یہ حروف ہجا پر مرتب ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے (۳۲) ۔ فہرس کتب محمد بن زکریا الرازی المتوفی ۳۱۳ھ للبیرونی، المتوفی ۴۲۷ھ ہے (۳۳) شیخ

الاسلام قاضی ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج بغدادی شافعی (۲۴۹-۳۰۶ھ) : ۸۶۲ - ۹۱۸ء) کی کتابیات ان کی چار سو تصانیف پر مشتمل تھی۔ (۳۴)

دارالخلافہ بغداد میں تیسری صدی ہجری میں ہر موضوع پر موضوعی کتابیات کی ترتیب و تدوین شروع ہو چکی تھی چنانچہ یعقوب بن اسحاق کندی المتوفی (۲۶۰ھ - ۸۷۷ء) کی موضوعی کتابیات اٹھارہ موضوعات اور (۲۳۶) دو سو چھتیس کتابوں پر مشتمل تھی (ابن الندیم ص ۳۵۸ - ۳۶۵)۔

موضوعی کتابیات ارباب فن اور نامور اہل علم سے تیار کرائی جاتیں' چنانچہ حنین بن اسحاق (۱۹۴ - ۲۶۰ھ : ۸۱۰ - ۸۷۳ء) نے علی بن یحیی کے لئے جالینوس کی کتابیات (فہرست تالیف جالینوس) مرتب کی تھی' اس کے مطالعہ کی روشنی میں ابن الندیم نے یہ کہا ہے کہ حنین کے بیشتر ترجمے سریانی زبان میں تھے' یہ (اس کی خوش قسمتی ہے کہ جیش اعم اور قیسی بن یحیی نے جن کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا ہے وہ بھی حنین سے منسوب کی گئی ہیں (ابن الندیم' ص ۴۰۳) ابوبکر محمد رازی المتوفی ۳۳۱ھ نے اس کتابیات پر استدراک "کتاب فی استدراک مالم یذکرہ حنین ولا جالینوس فی فهرسته لکھا تھا (ابن الندیم' ص ۳۱۷)۔

یحیی بن عدی المتوفی ۳۶۴ھ نے ارسطو (۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) کی تصانیف اور ان کی شروح پر مشتمل فہرست کتب ارسطاطالیس" مرتب کی تھی۔ ابن الندیم نے یہ کتابیات یحیی کے قلم سے لکھی ہوئی تھی (ابن الندیم' ص ۳۵۱ - ۳۵۲)۔

فہرست اسماء الخطباء و البلغاء۔ یہ ابو علی ابن مقلد المتوفی ۳۲۸ھ نے طبقات پر مرتب کی تھی' یہ ابن مقلد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست' ابن الندیم کی نظر سے گزری تھی' اسی ترتیب سے اس نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے (ابن الندیم ' ص ۱۸۱ - ۱۸۲)۔

مورخ ہشام کلبی المتوفی ۲۰۶ ھ اور مدائنی المتوفی ۲۱۵ھ کی موضوعی فہرست بخط ابوالحسن بن الکوفی المتوفی ۳۴۸ھ کو بھی اسی ترتیب و عنوانات کے ساتھ الفہرست کی زینت بنایا (ابن الندیم ' ص ۱۴۰ - ۱۴۳ ' ۱۴۷ - ۱۵۲)۔

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں مصنّفین کی موضوعی اور عام ہر دو قسم کی کتابیات تیار کئے جانے کا رواج ہو گیا تھا چنانچہ جابر بن حیان المتوفی ۲۰۰ھ کے نامور شاگرد خرقی کی تصانیف کی

دو فہرستیں تیار کی گئی تھیں ایک فہرست کبیر(Comprehensive) جو کیمیا اور دوسرے موضوعات پر مشتمل تھی اور دوسری فہرست صغیر (Abridge) جو صرف علم کیمیا کی کتابوں پر محیط تھی (ابن الندیم' ص ۵۰۰)۔

فرقہ جاتی کتابیات بھی مرتب کی جانے لگی تھیں' شیعی علماء و محدثین بھی اپنے اساتذہ کی کتابوں کی کتابیات مرتب کرتے رہتے تھے' چنانچہ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی المتوفی ۳۶۸ھ نے کتابیات مرتب کی تھی جس کا نام فہرست ما رواہ من الکتب والاصول تھا (ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی' الفہرست تحقیق محمد صادق' ط : ۲' النجف' المطبعہ الحیدریہ' ۱۳۸۰ھ' ص ۴۲ نمبر ۱۴۱)۔

۱۔ ابوالقاسم سعد بن عبداللہ قمی المتوفی ۳۰۱ ھ نے فہرست کتاب ما رواہ لکھی تھی (الطوسی ص ۱۰۱ نمبر ۳۱۸)۔

۲۔ ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری قمی المتوفی بعد ۲۹۷ نے الفہرست کے نام سے کتابیات تیار کی تھی (الطوسی' ص ۱۲۸ نمبر ۴۴۱)۔

۳۔ ابو علی محمد بن احمد کاتب اسکافی المعروف بابن الجنید المتوفی ۳۸۱ھ نے فہرست کتب صنفھا باباً باباً مرتب کی تھی (الطوسی ص ۱۶۰ نمبر ۵۹۰)۔

ابوالحسن علی بن عدی شمشاطی جزری جو چوتھی صدی ہجری کا شاعر تھا' اس کی تصانیف کی ایک فہرست ابو نصر ریان نے اور دوسری فہرست ابو الخیر سلامہ بن زکریا موصلی نے تیار کی تھی (آغا بزرگ طہرانی' الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۱۶' ص ۳۷۶ و ۳۹۴' دانش پژدہ' گنجور د برنامہ او' هنرو مردم' شمار ۱۲۶' (فروردیں' ۱۳۵۲ ف' ص ۹۴۔

چوتھی صدی ہجری میں تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں علماء کی اہم و علمی تصانیف کو ذکر کیا جانے لگا تھا۔ اس دور میں ابن الندیم کی کتاب الفہرست کو جو صحیح معنی میں کسی ایک مصنف کی جملہ تصانیف کے احاطہ سے بھی قاصر تھی۔ (۳۵) ان کے علمی دربار میں کیونکہ بار پاسکتی تھی' وہ علماء فن داں تھے' ان کے حافظے نہایت قوی تھے' فنون سے متعلق تمامتر مواد' ان کے حافظوں میں محفوظ تھا' وہ اسلاف کے علمی سرمایہ کے پاسبان و قدرداں اور قدماء و اساتذہ کی تصانیف کے شناساں و نکتہ داں تھے' ان کی تالیفات و تصنیفات کے راوی تھے' ان کے علمی و تحقیقی کارناموں

اور ان پر تنقیدات سے طلبہ کو آگاہ رکھتے تھے' ان کی کتابوں اور تصانیف کی تصحیح کراتے اور تلامذہ کو سند دیتے تھے' وہ ارباب فن اپنے معاصرین و اساتذہ کے علمی کارناموں سے ابن الندیم کی بنسبت زیادہ علم رکھتے تھے۔

الفہرست میں شناخت کتب خانہ کے رہنما اصول

ابن الندیم نے دوسری' تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں شناخت کتب خانہ کے رہنما اصول کی طرف بھی اشارے کئے جن میں بعض صریح ہیں جہاں خزانہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بعض کتابیں غیر صریح ہیں جنھیں ہم نے کتاب الفہرست کے مطالعہ اور تتبع و استقراء سے معلوم کیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جو شخص کتابیں جمع کرتا اور کتب خانہ بناتا تھا اس کے لئے جماعۃ الکتب [۳۶] کا لفظ بولا جاتا تھا۔ یعنی وہ کثرت سے کتابیں جمع کرتا ہے اس کے ذاتی کتب خانے میں بہت کتابیں ہیں لیکن اس میں نفیس نسخے کم ہیں۔

۲۔ بعض اشخاص صرف نفیس کتابیں کثرت سے جمع کرتے تھے ان کا کتب خانہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ ایسے عالم شخص کے ذخیرہ کے متعلق تذکرہ میں "النفیسہ" کی صفت کا اضافہ کیا جاتا تھا چنانچہ ابن الندیم' ابو سعید وہب بن ابراہیم کے متعلق رقمطراز ہے:

کان فاضلا ادیبا جماعۃ الکتب النفیسۃ [۳۷]

وہ فاضل و ادیب تھا اور بکثرت نفیس کتابیں جمع کرتا تھا۔

۳۔ محمد بن الحسن المعروف بابن ․عر ۃ کی نسبت لکھتا ہے۔

کان جماعۃ الکتب لہ خزانۃ لم ار لاحد مثلھا کثرۃ۔ [۳۸]

ابن ابی ․عر ۃ کتابیں جمع کرنے کا شوقین تھا اس کے جیسا کثیر و نادر کتابوں کا ذخیرہ میں نے کسی کے پاس نہیں دیکھا (اپنی معلومات کی حد تک)

۴۔ ابن الندیم کا کسی کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ خود کتابیں تیار کرتا لکھتا' نقل کرتا اور کراتا تھا اس کے پاس کتب خانہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے چنانچہ وہ ابو حسان حسن بن عثمان زیادی کے بارے میں لکھتا ہے۔

کان قاضیا فاضلا ادیبا ... جوادا کریما یعمل الکتب و تعمل لہ وکانت لہ خزانۃ حسنۃ کبیرۃ۔ (۳۹)

وہ قاضی ، فاضل ، ادیب ، سخی ، کریم تھا وہ خود بھی کتابیں تیار کرتا اور اس کے لئے بھی کتابیں تیار کی جاتی تھیں اس کے پاس عمدہ اور بڑا کتب خانہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عہد عباسی میں کتب خانہ بنا کر چھوڑ دیا جاتا تھا بلکہ اس کا ذخیرہ بڑھانے کی برابر کوشش کی جاتی تھی ،

۵۔ کسی کے کتب خانے کے لئے ایسے خازن (ناظم کتب خانہ) کا انتخاب کیا جاتا جو کتابوں کا شوقین اور ذاتی کتب خانہ رکھتا ہو ظاہر ہے کتب خانے کے نشیب و فراز کا اس سے بڑھ کر جاننے والا کون ہو سکتا ہے۔ یہ بہتر سے بہتر کتب خانہ بنائے گا۔ چنانچہ خلیفہ متوکل کے وزیر فتح بن خاقان نے اپنے کتب خانے کی ذخیرہ سازی اور تنظیم و ترتیب کے لئے ابو الحسن علی بن منجم کی خدمات حاصل کی تھیں جس نے نہایت عظیم الشان اور نوادر پر مشتمل کتب خانہ ترتیب دیا تھا چنانچہ ابن الندیم لکھتا ہے۔

کان لہ خزانۃ جمعھا علی بن یحیی المنجم لم نر اعظم منھا کثرۃ و حسنا۔ (۴۰)

فتح بن خاقان کا خزانہ کتب علی بن یحیی منجم نے جمع کیا تھا سر زمین بغداد میں ادیبوں کے کتب خانوں میں اس سے زیادہ عمدہ ذخیرہ نہیں دیکھا گیا۔

۶۔ کسی عالم کا ذخیرہ کتب خریدنا بھی کتب خانہ رکھنے کی دلیل سمجھا جاتا تھا چنانچہ نامور فقیہ و مورخ عمر بن شابہ بصری المتوفی ۲۶۲ھ کا کتب خانہ سر من رای میں تھا اس کے انتقال کے بعد ابو الحسن علی بن یحیی منجم نے موصوف کے فرزند ابو طاہر سے وہ ذخیرہ کتب خریدا۔ (۴۱) جو علی بن یحیی منجم کے پاس کتب خانہ ہونے کا نہایت بین ثبوت ہے۔

۷۔ کتابیں عاریہ لینے دینے والے ہر دو فریق کے پاس کتب خانہ ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ابو عمرو شیبانی (۹۴ ۔ ۲۰۶ ھ : ۷۱۳ ۔ ۸۲۱ء) اور ابن السکیت (یعقوب بن اسحاق ۱۸۶ ۔ ۲۴۴ ھ : ۸۰۲ ۔ ۸۵۸ء) دونوں کے پاس کتب خانہ تھا۔ (۴۲)

۸۔ صاحب کتب خانہ کا اپنے کتب خانے کی کسی کے حق میں وصیت کرنا بھی موصی لہ (جس

کے حق میں وصیت کی گئی ہے) کتب خانہ ہونے کی نشانی تھا اور ہے۔ (۴۳)

۹۔ اسی طرح کسی عالم کا اپنے ذخیرہ کتب کو محو کرنے (دھونے یا ہوا میں اڑانے) یا جلانے کے لئے کہنا بھی اس کے پاس کتب خانہ ہونے کا واضح ثبوت تھا' چنانچہ سفیان ثوری (۹۷ - ۱۶۱ھ : ۷۱۶ - ۷۷۸ء) کا ذخیرہ کتب اسی طرح برباد ہوا تھا۔ (۴۴)

۱۰۔ اسی طرح کسی نامور مصنف کی تصانیف کا راوی ہونا اور ان کی تصانیف کا ذخیرہ اپنے پاس رکھنا بھی اس کے صاحب کتب خانہ ہونے کی دلیل تھا۔ (۴۵)

۱۱۔ اپنے پاس وراق اور کاتب رکھنا بھی کتب خانہ رکھنے کا شاھد تھا۔ (۴۶)

کتاب الفہرست میں بہترین کتب خانے کی شناخت کے چند بنیادی اصول

عہد عباسی میں بہترین کتب خانہ وہ سمجھا جاتا تھا جو حسب ذیل ایسے بنیادی امور کا جامع ہوتا تھا جن کی طرف ابن الندیم نے اشارے کئے ہیں:

ا۔ وہ کتب خانہ جس میں اصل' منفرد و یکتا نسخے رکھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

ب۔ وہ کتب خانہ جس میں ایسی کتابیں محفوظ کی جاتی تھیں جو نامور علماء کے زیر مطالعہ رہی تھیں۔

ج۔ وہ کتب خانہ جس میں ایسی کتابیں جن پر نامور علماء کے حواشی اور تصحیحات ہوتی تھیں۔

د۔ وہ کتب خانہ جس میں وہ کتابیں رکھی جاتی تھیں جو اہل علم کی ملکیت میں رہتی ہیں۔

ہ۔ وہ کتب خانہ جس میں ایسی کتابیں جمع کی جاتی تھیں جن پر انکی تصدیق ثبت ہوتی تھیں۔

مذکورہ بالا صفات کا جو کتب خانہ جامع ہوتا تھا اسے بہترین کتب خانہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی اسے بہترین کتب خانہ قرار دیا جاتا ہے چنانچہ ابو الحسن عبدالعزیز بن ابراہیم حاجب نعمان کے پاس اسی قسم کا کتب خانہ تھا۔ چنانچہ ابن الندیم کا بیان ہے۔

لم يشاهد خزانة للكتب احسن من خزانته لانها كانت تحتوى على كل كتاب عين و ديوان فرد بخطوط العلماء النسوبة (۴۷)

اس کے کتب خانے سے بہتر کتب خانہ مشاہدہ میں نہیں آیا اس لئے کہ یہ اصل نسخہ کا

جامع تھا اور نامور علماء کی تحریروں اور دستخط والے نسخوں پر مشتمل تھا۔

کتاب الفہرست میں کتابوں کے ذخیروں کے ناپ تول کے پیمانوں کی طرف رہنمائی

اوائل عہد عباسی، دوسری تیسری صدی ہجری میں ذاتی کتب خانوں میں کتابیں زیادہ تر قمطروں (بوروں) میں رکھی جاتی تھیں، سفر اونٹوں پر کیا جاتا تھا۔ قمطر لیجانے میں زیادہ تر زحمت نہیں ہوتی تھی نقل مکانی اور حمل و نقل میں انھیں اس سے سہولت ہوتی تھی اس دور میں بار شتر معیار تھا اس لئے کتابوں کی ناپ تول قمطر کبیر سے یا چھوٹے قمطروں سے جو بار شتر پر مشتمل ہوتا تھا کی جاتی تھی اور اس کے لئے عدل بعید، وقدر بعید، حمل یا حمل جمل (ایک بار شتر) کے الفاظ بولے اور لکھے جاتے تھے۔ اس دور میں کتابوں کی پیائش اور ناپ تول کے یہی پیانے تھے۔

اس زمانہ میں جن اہل علم کے پاس علمی ذخیرہ اور کتب خانہ ہوتا تھا وہ کتابوں کی نقل اور ذخائر کتب میں اضافہ کی خاطر وراق کاتب رکھتے تھے، چنانچہ محمد بن عمرواقدی (۱۳۰ - ۲۰۷: ۷۴۷ - ۸۲۳ء) نے "ہزار دینار کی کتابیں خرید کر اپنے کتب خانہ کی بنیاد رکھی تو دو غلام شب و روز نقل کتب پر مامور کئے تھے۔ انتقال کے وقت اس نے چھ سو قمطر کتابیں چھوڑی تھیں۔ ایک قمطر کا وزن اتنا تھا کہ اسے دو مرد اٹھاتے تھے۔ (۴۸) یہ ایک بار شتر کے برابر ہوتا تھا۔

ایک بار شتر کتابیں ایک نامور عالم و استاد ایک سال میں اپنے تلمیذ کو قلمبند کراتا تھا جیسا کہ امام محمد شیبانی نے امام شافعی کو لکھوایا تھا۔ (۴۹)

الفہرست میں ذخائر کتب میں اضافے کے تین اہم ذرائع کی نشاندہی

عہد عباسی میں کتابوں کے ذخیروں میں اضافہ عموماً حسب ذیل تین اہم ذرائع سے کیا جاتا تھا۔

ا۔ سوق الوراقین سے کتابیں خریدی جاتی تھیں۔

ب۔ کتب خانہ میں وراق و کاتب، نقل کتب پر مامور کئے جاتے تھے جو رات دن یہی کام کرتے تھے۔

ج۔ اساتذہ اپنے تلامذہ کو کئی بار شتر کتابیں املاء کرا کر کتابوں کی اشاعت کر کے، نظر ثانی شدہ

تازہ نسخے شاگردوں کو لکھوا کر کتابوں کا ذخیرہ بڑھاتے رہتے تھے' چنانچہ ابو عبداللہ محمد بن زیاد اعرابی (۱۵۰۔ ۲۲۵ھ) کی مجلس درس کے متعلق ابو العباس ثعلب کا بیان ہے کہ اسکی مجلس املاء و درس میں بیک وقت سو طلبہ شرکت کرتے تھے اور وہ ان اہل علم کو کئی بار شتر علم لکھاتا تھا۔ (۵۰)

ابن الندیم کی نظر میں ذاتی کتب خانوں کے ذخائر کا معیار

دوسری' تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں کسی کے پاس کم از کم ایک بار شتر کتابیں ذاتی کتب خانے کے لئے کافی سمجھی جاتی تھیں۔ امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰۔ ۲۰۴ھ : ۷٦۷۔ ۸۲۰ء) کا قیام امام محمد بن حسن شیبانی (۱۳۱۔ ۱۸۹ھ : ۷۴۸۔ ۸۰۴ء) کی خدمت میں ایک سال رہا اس مدت میں امام شافعی نے موصوف سے ایک بار شتر تقریباً دو سو پچاس کلو کتابیں لکھی تھیں۔ (۵۱)

مذکورہ بالا امور کتاب الفہرست کی نمایاں خصوصیات اور ان کی روشن دلیلیں ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد بن اسحاق بن الندیم' الفہرست' مصر' المطبعہ الرحمانیہ' ص ۱۲۹

۲۔ ابن الندیم ص ۱۹۰

۳۔ ایضاً' ص ۳۰۷

۴۔ ایضاً' ص ۳٦۹

۵۔ ایضاً' ص ۴۹۰

٦۔ ابن الندیم' ۲۷۴

۷۔ ایضاً' ص ۲۴۰

۸۔ ابن حجر العسقلانی' لسان المیزان' حیدر آباد الدکن' مجلس دائرۃ المعارف انتظامیہ ۱۳۲۹ھ' ۲/۵۷

۹۔ ابن الندیم' ص ۸

۱۰۔ ایضاً، ۱۷۳

۱۱۔ الفہرست، ص ۱۹۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۶۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۹۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۸۹

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۰۰

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۱۷۔ ابن الندیم، ص ۲۲۰

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۱۶

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۷۸

۲۰۔ ایضاً، ص ۳۲۹

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۴۲

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۲۱

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۶۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۴۹۰

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۳۱، ۳۳۴

۲۶۔ ایضاً، ص ۱۳۰، ۱۷، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۷۵، ۲۱۸، ۳۲۷، ۳۴۹، ۴۳۰۔

۲۷۔ ابن الندیم، ص ۱

۲۸۔ جمال الدین القفطی، انباء الرواۃ علی انباہ النحاۃ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرہ، دارالفکر العربی، ۱۴۰۶ھ، ج ۱/۴۲

۲۹۔ یاقوت الرومی معجم الادباء، مصر، مطبعہ ہندیہ، ۱۹۳۰ء، ج ۶/۴۰۸

۳۰۔ Al - Nadim. the fihrist of al - nadim a tenth Century Survey of Muslim Culture

ج ۱ ص ٦، ۱۹۷۰ء، پریس نیویارک۔

۳۱۔ عبدالواحد اللغوی، مراتب النحویین، القاہرہ، مکتبہ نہضتہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ص ۴۹

۳۲۔ صلاح الدین المنجد، قواعد الفہرست المخطوطات العربیہ، بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۹۷۰ء، ص ۳۱۔

۳۳۔ محمد بن احمد ابو ریحان البیرونی، الاثار الباقیہ عن القرون الخالیہ تحقیق سخاء، لپزک ۱۹۲۳ء، ص ۳۸ و ۴۰ ـ ۴۷

۳۴۔ شمس الدین محمد الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ٦ : ۳ حیدر آباد دکن مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷٦ھ، ج ۳ ص ۸۱۲

۳۵۔ مثلاً ابن الندیم نے کتاب الفہرست ص ۳۲۲ میں علی بن المدینی کا تذکرہ کیا اور ان کی تالیفات میں صرف سات کتابیں شمار کرائی ہیں، ابن الندیم کے معاصر ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے معرفہ علوم الحدیث (القاہرہ، دارالکتب المصریہ، ۱۹۳۷ء ص ۷۱ و ۷۲) ہیں اپنے شیخ قاضی القضاۃ ابو الحسن محمد بن صالح ہاشمی سے ان کی تصانیف کی جو فہرست نقل کی ہے وہ انتیس کتابوں پر مشتمل ہے پھر لکھا ہے:

- انما اقتصر نا علی فہرست مصنفاتہ فی ھذا الموضوع لیستدل بہ علی تبحرہ و تقدمہ و کمالہ۔
- ہم نے اس مقام پر ان کی فہرست تصانیف پر اختصار کیا ہے جو ان کے کمال علمی اور فن میں برتری کی دلیل ہے۔
- اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں کتابیات مرتب کرنا مختلف علوم و فنون میں تالیفات کی کثرت اہل علم کے علوم میں تبحروفن میں برتری کی دلیل سمجھی جاتی تھی اس لئے علماء کثرت سے علمی کتابیں لکھتے اور علوم و کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل رہ کر ذخائر کتب میں اضافہ کرتے رہتے تھے۔

۳٦۔ الندیم، ص ۱۱۷ و ۱۱۸

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۸۹

۳۸۔ ایضاً، ص ۱٦۰

۳۹۔ ایضاً، ص ۱٦۰

۴۰۔ ابن الندیم، ص ۱٦۹

۴۱۔ ایضاً، ص ٦٩ و ٩٠

۴۲۔ ایضاً، ص ١٠١

۴۳۔ ایضاً، ص ٣١٥

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ ایضاً، ص ١٠١

۴٦۔ ایضاً، ص ٢٩٧

۴۷۔ ابن الندیم، ص ١٩٣

۴۸۔ ایضاً، ص ١۴۴

۴۹۔ ایضاً، ص ٢٩٥

۵۰۔ ابن الندیم، ص ١٠٣

۵۱۔ ایضاً، ١٦٢۔